

# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

رمضان کہ بعد افضل روزہ اللہ کے مہینہ محرم کا روزہ ہے (الحديث)



من احداث في امرنا هذا ما ليس منه فسور (الحديث)

جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس میں نہیں تو وہ مردود ہے۔

تھیں کہ اہل اسلام اس پر جتنی بھی سیدہ کو بی اور ماتم و گریہ زاری کرتے کم ہوتا، لیکن ایک تو اسلام میں اس ماتم و گریہ زاری کی اجازت نہیں دوسرے یہ تمام واقعات تکمیل دین کے بعد پیش آئے۔ خود رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اتنے غم و الم پیش آئے جیسے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات وغیرہ جسے غم کا سال قرار دیا، لیکن ان کی یاد میں مجالس عزاء اور محافل ماتم کبھی قائم نہیں کیں۔

آخر میں تمام اہل فکر سے دردمندانہ سوال ہے، قطع نظر اس کے کہ ”سانچہ کربلا“ کن وجوہات کی بنا پر پیش آیا، جو کچھ ہمارے معاشرے میں مروج ہے، کیا یہی شریعت محمدی ﷺ ہے؟ کیا یہی تعلیم حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے؟ کیا یہی اسوہ حسنی ہے؟۔۔۔ ہرگز ہرگز نہیں۔۔۔

[3]

بعض لوگ ان مریوں کو آلات موسیقی کے ساتھ گاتے ہیں، حالانکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے بعثت بکسر المزمار، مجھے آلات موسیقی توڑنے کے لیے بھیجا گیا ہے (نیل الاوطار ج ۸ ص ۱۰۰)۔

شرکیہ و کفریہ، مبالغہ اور جھوٹ آمیز اشعار کو یاد کرنے اور پڑھنے کی نسبت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لا یمتلی جوف الرجل قیحا یریه خیر من ان یمتلی شعرا“ کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھر جائے جس سے اس کے پیچھے دے متاثر ہوں، یہ اس بات سے بہتر ہے کہ اس کا پیٹ اشعار سے بھرا ہو“ (صحیح مسلم کتاب الشرح ج ۲)

احمد رضا خان بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ: ”محرم کی مجلسوں میں جانا مرثیہ وغیرہ سننا حرام ہے“ (احکام شریعت ج ۱ ص ۷۱)۔ اسی طرح شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنے فتاویٰ (ج ۱ ص ۷۱) میں مرثیہ خوانی کی بہت سخت تردید فرمائی ہے۔

شریت و سبیل بہ نیاز حسین رضی اللہ عنہ: چہ جائیکہ ہم ۹-۱۰ محرم کو حالت روزہ میں گزارتے، اور اسوہ حسنی رضی اللہ عنہ کو زندہ کرتے، لیکن یہاں گنگا الٹی بہتی ہے، ہر چیز کو پس پشت ڈالتے ہوئے اپنی طرف سے گھڑی ہوئی بدعات پر عمل پیرا ہونے کی سعی میں معروف نظر آتے ہیں، کہیں مسافروں کو روک روک کو شربت پلائے جارہے ہیں اور کہیں نیاز حسین رضی اللہ عنہ کا لکڑ تقسیم ہو رہا ہے، آخر یہ سب کچھ کیا ہے؟ کیا تعلیم حسین رضی اللہ عنہ یہی ہے؟ نہیں۔۔۔ قطعاً نہیں کیونکہ انہیں اپنے نانا جان کی مبارک زبان سے نکلے ہوئے وہ الفاظ یاد تھے اور وہ ان پر عمل پیرا تھے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من احدث فی امرنا هذا ما لیس منہ فهو رد“ جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے“ (صحیح بخاری کتاب الصلح و مسلم کتاب الاقضية باب نقض الاحکام الباطلة)۔

محرم میں خاص کھانا پکانا اور حلوہ تقسیم کرنا:

محرم کے دنوں میں خصوصاً ۹ یا ۱۰ محرم کو بعض لوگ کھانا، حلیم اور حلوے وغیرہ پکا کر تقسیم کرتے ہیں، اس کی شریعت محمدی ﷺ کے اندر کوئی اصل نہیں، چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”و من محرم کو خاص کھانا پکانا، تو سبج کرنا وغیرہ منجملہ ان بدعات و منکرات سے ہے، جو نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہے نہ خلفائے راشدین سے، اور نہ ائمہ مسلمین میں سے کسی نے اس کو مستحب سمجھا ہے“ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲ ص ۳۳۵)۔

شادی بیاہ سے احتراز: ماہ محرم میں لوگ جہاں اور بہت سی بدعات کا شکار ہیں، وہاں ایک شادی بیاہ سے پرہیز بھی ہے۔ یعنی اس ماہ میں ہونے والی شادی کو منحوس سمجھا جاتا ہے، جبکہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ یہ رسم دوہم زمانہ جاہلیت کا ہے جیسا کہ ظہور اسلام سے قبل، ماہ مفرد شوال کو منحوس سمجھا جاتا تھا۔ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے ماہ شوال میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کر کے لوگوں کے عقائد کی اصلاح کی۔ (صحیح مسلم کتاب النکاح باب استحباب التزویج فی شوال)، بلکہ کتب سیرت کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سن ۷ھ ماہ محرم میں شادی کی، دیکھیے (الرحیق المختوم ص ۲۳۶) اقتصار تمام مہینے علیہ خداوندی ہیں اور شریعت میں کوئی قید و پابندی نہیں کہ خاص مہینوں میں شادی بیاہ کیا جائے۔ اسی طرح احمد رضا خان بریلوی صاحب نے اپنی کتاب (احکام شریعت ج ۱ ص ۸۹) میں اشارہ کیا ہے۔

کالا لباس: بعض لوگ عشرہ محرم الحرام میں زیب و زینت اور عمدہ لباس چھوڑ کر ننگے سے، ننگے پاؤں، کالے رنگ کا لباس اوڑھتے ہوئے غم کا اظہار کرتے ہیں، حالانکہ یہ سب جاہلیت کی رسمیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اظہار غم کا کوئی ایسا طریقہ نہیں بتایا اور نہ ہی کالے لباس کو رنج و غم کے لیے خاص کیا ہے۔

اہل فکر متوجہ ہوں: ماہ محرم کی حرمت و فضیلت کا سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت سے کوئی تعلق نہیں، بعض لوگ سمجھتے

ہیں کہ یہ مہینہ اس لیے قابل احترام ہے کہ اس میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سانچہ و گنداز پیش آیا تھا۔ یہ خیال بالکل غلط ہے یہ واقعہ شہادت تو نبی اکرم ﷺ کی وفات سے پچاس سال بعد پیش آیا اور دین کی تکمیل تو رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں کر دی گئی تھی الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (ما ندہ آیت ۳)

اس لیے یہ تصور اس آیت قرآنی کے خلاف ہے۔ ماہ محرم کی حرمت و فضیلت تو ابتدائے افریش سے ہے، پھر خود اس مہینے میں ایک اور سانچہ اور واقعہ عظیم پیش آیا تھا۔ یعنی یکم محرم کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ۔ اگر بعد میں ہونے والی ان شہادتوں کی شرعا کوئی حیثیت ہوتی، تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت اس لائق تھی کہ اہل اسلام اس کو بنیاد بناتے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ایسی تھی کہ اس کی یادگار مٹائی جاتی، اور پھر ان شہادتوں کی بنا پر اگر اسلام میں نوحہ و ماتم کی اجازت ہوتی تو یقیناً اسلام کی یہ دونوں شہادتیں ایسی۔۔۔۔۔



[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا في كتب الله يوم خلق السموات والارض منها اربعة حرم ذلك الدين القيم فلا تظلموا فيهن انفسكم وقاتلو المشركين كافة كما يقاتلونكم كافة واعلموا ان الله مع المتقين۔ ”جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، اس دن سے اللہ کے نوشتہ کے مطابق اللہ کے ہاں مہینوں کی تعداد بارہ ہی ہے، جن میں چار مہینے حرمت والے ہیں۔ یہی مستقل ضابطہ ہے، لہذا ان مہینوں میں (قتل ناحق سے) اپنے نفس پر ظلم نہ کرو اور مشرکین سے سب مل کر لڑو جیسے وہ تم سے مل کر لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ پر بیزارگوں کے ساتھ ہے۔“ (سورۃ التوبہ آیت ۳۶)۔

حرمت والے چار مہینے یہ ہیں: رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم۔ چاروں مہینے اللہ کے نزدیک حرمت و تعظیم کے لائق ہیں۔ ان مہینوں میں خصوصیت سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی اور گناہ سے احتراز کرنا چاہئے۔ ان مہینوں کی حرمت ابتدائے افریخ سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے (حجۃ الوداع کے خطبہ میں) فرمایا: ”دیکھو! زمانہ گھوم کر پھر اسی نقشہ پر آ گیا، جس دن اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کئے تھے۔ سال بارہ ماہ کا ہوتا ہے ان میں سے تین تو بے درپے آتے ہیں، ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم اور چوتھا رجب کا جو جمادی الآخرہ اور شعبان درمیان آتا ہے۔“ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب حجۃ الوداع)

حرمت والے مہینوں میں سے محرم الحرام اس لحاظ سے خصوصیت کا حامل ہے کہ اسلامی سال کی ابتدا اسی ماہ سے ہوتی ہے اور اسی ماہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ظلم و تشدد سے نجات عطا فرمائی، جیسا کہ احادیث میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تو دیکھا کہ یہودی دس محرم کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم اس دن روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرعون سے نجات دلائی تھی، اس خوشی میں ہم روزہ رکھتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کی اس خوشی میں ہم تم سے زیادہ روزہ رکھنے کے حق دار ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے بھی دس محرم کا روزہ رکھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو اس کے ساتھ دس محرم کا روزہ بھی رکھوں گا تاکہ یہودی مخالفت ہو جائے بلکہ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عاشورہ کا روزہ رکھو اور یہودی مخالفت بھی کرو اور (اس کے ساتھ) ایک دن قبل یا بعد کا روزہ بھی رکھو۔“ (مسند احمد ج ۳ ص ۲۱ تحقیق علامہ احمد شاہ مصری)۔

محرم الحرام کی فضیلت مزید ان احادیث سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: افضل الصیام بعد رمضان شهر الله المحرم وافضل الصلوة بعد الفريضة صلاة الليل (صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل صوم المحرم)۔ ”رمضان کے بعد افضل روزہ اللہ کے مہینے محرم کا ہے اور فرض نماز کے بعد افضل نماز تہجد ہے۔“

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے یوم عاشورہ کے روزے کی بابت سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یکسفر السنۃ الماضية۔ ”یہ گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔“ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب استحباب الصیام ثلاثہ ایام)۔

یوم عاشورہ سے مراد دس محرم ہے۔ ایک دن کا روزہ پورے سال کے گناہوں کا کفارہ، اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے پر خاص فضل و احسان ہے۔ لیکن افسوس کہ آج کا مسلمان محرم کی ۹ اور ۱۰ تاریخ کو اس سنت پر عمل نہیں کرتا لیکن اپنی طرف سے گھڑی ہوئی بدعات پر نہایت سختی سے عمل کرتا ہے۔

بدعات محرم: ماہ محرم میں لوگ بعض ایسے امور کا ارتکاب کرتے ہیں جن کا ثبوت قرآن و حدیث میں ہے نہ قرون اولیٰ میں کوئی مثال جیسے تعزیہ، نوحہ و ماتم مرثیہ خوانی، شربت و سبیل بہ نیاز حسین رضی اللہ عنہ، شادی بیاہ سے احتراز وغیرہ۔ یہ سب وہ بدعات ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

تعزیہ، نوحہ و ماتم: تعزیہ کے لغوی معنی کسی مصیبت زدہ کو تسکین مہر اور تسکین دینے کے ہیں، چونکہ کسی کا مرنا بھی اس کے درگاہ کے لئے سخت مصیبت اور باعث رنج و غم ہے، لہذا ان کے تلقین مہر کو بھی تعزیہ کہتے ہیں بلکہ اکثر اسی پر بولا جاتا ہے۔

کسی کے مرنے پر (شریعت کی روشنی میں) صرف تین دن تک تعزیہ جائز ہے (صحیح بخاری کتاب الجنائز و صحیح مسلم کتاب الطلاق) جس میں نہ روتا ہے، نہ بیٹتا ہے، نہ چیختا ہے نہ چلاتا ہے، نہ کپڑا پھاڑتا ہے، نہ گریبان چاک کرتا، نہ بال نوچتا، نہ سید نہ کوٹتا اور نہ زانوں اور رخساروں پر ہاتھ مارتا ہے، نہ اجتماع و اہتمام اور نہ جرج و فرج کی ضرورت ہے، نہ میت کی مدح و ذم کی حاجت کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے

[2]

فرمایا: الميت یعذب فی قبرہ بما نیح علیہ۔ ”میت کو اس کی قبر میں اس پر نوحہ (بین) کیے جانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔“ (صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ما یکرہ من التیاح علی الميت و صحیح مسلم کتاب الجنائز باب الميت یعذب بکاء اہلہ) نوحہ بین کرنے کو کہتے ہیں یعنی میت کی خرمیوں کا یا اس کے بعد آنے والی مشکلات کا اونچی اونچی آواز سے ذکر کر کے روتا بیٹنا جس کو شریعت کی روشنی میں ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: لیس منا من ضرب الخدود و شق الجیوب و دعا بدعوی الجاہلیۃ۔ ”وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے رخساروں کو پینا اور گریبانوں کو چاک کیا اور جاہلیت کے بول بولے۔“ (صحیح بخاری کتاب الجنائز باب لیس منا من شق الجیب)۔

اسلام میں نوحہ و ماتم کس قدر عظیم گناہ اور بھیا تک عذاب کو دعوت دیتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے واضح الفاظ میں فرمایا: الناحۃ اذا لم تنسب قبل موتھا تقام یوم القیامۃ و علیھا سربال و ذرع من جرب۔ ”بین کرنے والی عورت اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو اسے قیامت کے دن اس طرح کھڑا کیا جائے گا کہ اس پر تار کول کا کرتہ اور خارش کی زرہ ہوگی۔“ (صحیح مسلم کتاب الجنائز باب التحدید فی التیاح)۔

مختلف مکاتب فکر کی نظر میں: سورۃ المستزآیت ولا یعصینک فی معروف کے تحت شیعہ مفسر ابوالحسن اہم لکھتا ہے کہ ”ام حکیم بنت حارث نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ وہ نیکی کیا ہے جس کے بارے میں ہمیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم آپ ﷺ کی نافرمانی نہ کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ۱۔ اپنے منہ مت نوچو، ۲۔ اپنے رخساروں پر طمانچے مت مارو، ۳۔ اپنے بال مت نوچو، ۴۔ گریبان چاک نہ کرو، ۵۔ اپنے کپڑے کا لے مت کرو، ۶۔ ہائے وائے کر کے مت پکارو، ۷۔ قبر کے پاس مت کھڑی ہو، رسول اللہ ﷺ نے ان باتوں پر مہر و قوت سے بیعت لی۔“ (تفسیر اہم ج ۲ ص ۳۶۴)

اسی طرح شیعہ کی محترم کتاب (فروع کافی ج ۱ ص ۱۸۸) میں ہے کہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میت پر چیخ و پکار اور کپڑے پھاڑنا جائز نہیں۔ اسی طرح امام باقر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا من جدد قبراً او مثل مثلاً فقد خرج عن الاسلام۔ ”جس نے قبر کی تجدید کی یا کوئی شیعہ بتائی وہ اسلام سے خارج ہے۔“ (من لا یحضرہ الفقیہ باب النوادر) اسی طرح بریلویوں کے مشہور امام احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں ”تعزیہ آداب کرامات و روگردانی کریں۔ اس کی طرف دیکھنا ہی نہ چاہئے۔“ (عرقان شریعت حصہ اول ص ۱۵)

تاریخ کے آئینہ میں: امام ابن کثیر اپنی معروف کتاب ”البدایہ والنہایہ“ میں رقم طراز ہیں: ”سال ۳۵۲ھ کے دس محرم کو معز الدولہ بویہ نے حکم دیا کہ بازار بند کر دیے جائیں اور عورتیں بالوں کے بنے کبیل پہن کر بازاروں میں اس طرح نکلیں کہ وہ چہرے ننگے اور بال نکمیرنے والیاں ہوں، اپنے چہروں پر تھیم ماریں اور حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نوحہ کریں۔“ (البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۲۳۰)۔

امام ابن اثیر فرماتے ہیں ”عشرہ محرم الحرام میں اس قبیح رسم کا رواج بغداد میں معز الدولہ سے ہوا جس نے دس محرم ۳۵۲ھ کو حکم دیا کہ دکانیں بند کر دی جائیں، خرید و فروخت کا کام روک دیا جائے اور لوگ نوحہ کریں، مکمل کالا لباس پہنیں، عورتیں پرانے ہو کر گریبان چاک کریں، ہنسی ہوئی شہر کا چکر لگائیں۔“ (تاریخ ابن اثیر ج ۲ ص ۱۹۷)۔

امام ہلال الدین السیوطی اپنی کتاب تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۷۸ پر لکھتے ہیں: ”۳۵۲ھ میں معز الدولہ نے لوگوں پر لازم کر دیا کہ عاشوراء کے دن تمام دکانیں و بازار بند کر دیے جائیں، تانہائی اور باورچی بند ورنہ سزا دی جائے، بازاروں میں گنبدوں کو نصب کر دیا اور عورتیں بال کھولے اپنے منہ پر طمانچے مارتیں اور سینوں پر گھونٹے مارتی ہوئی، مرثیے اور نوحے پڑھتی ہوئی گلیوں و بازاروں میں گشت لگائیں اور حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر ماتم کریں، یہ پہلا دن تھا کہ بغداد میں یہ رسم ادا کی گئی۔“ اور یہی بات شیعہ حضرات کو بھی مسلم ہے۔ ملاحظہ ہوں باقر مجلسی شیعہ کی کتاب جلاء العیون ص ۲۵۶، نیز شاہ حسین نقوی شیعہ کی کتاب مجاہد اعظم ص ۳۳۳۔

مرثیہ خوانی: ابتدائے محرم سے مرثیہ خوانی شروع ہو جاتی ہے، جبکہ جگہ مجلس قائم ہوتی ہیں ان میں سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رنج و غم کا اظہار کیا جاتا ہے، جبکہ یہ سب چیزیں بدعت ہیں کیونکہ یہ چیزیں نہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے ثابت ہیں اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے یہ بات ثابت ہے، اور نہ ہی سلف صالحین کا یہ طریقہ کار رہا ہے۔